© rasailojaraid.com

تھو کتا بھی نہیں !""۱

یہ اور اس قسم کے بے شمار دلچسپ واقعات ان مشاعروں کی روئداد اور دیگر ذرائع سے مل سکتے تھے ، جنھیں نظر انداز کر دیا گیا ہے ۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ نقش ثانی کے وقت اس کمی کو پورا کر دیا جائے گا۔

(محمد عبداللہ قریشی)

اطلاع

مجلۂ تحقیق کے سابقہ شمارے محدود تعداد میں برائے فروخت موجود ہیں ۔

مدیر

مجلۂ تحقیق، اورینٹل کالج ، لاہور

۱۔ نوادر مؤلفہ مرزا محمد عسکری لکھنوی مطبوعہ ادبی پریس لکھنؤ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء، ص ۱۱۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۔ غالب اور صفیر بلگرامی

مصنف : مشفق خواجہ

ناشر : عصری مطبوعات، کراچی

صفحات : ۲۰۸

جناب مشفق خواجہ ہمارے ادب کے ان چند گنے چنے نامور محققوں میں سے ایک ہیں جو تحقیق کے نام پر دریا کی لہریں نہیں گنتے، اور ابلہ اور خوبرویان چین و چگل کے امتیاز سے بخوبی واقف ہیں۔ «غالب اور صفیر بلگرامی» ان کی تازہ ترین تصنیف ہے اس سے قبل وہ «ابیات» کے نام سے ایک شعری مجموعے کے علاوہ جائزہ مخطوطات اردو (جلد اول) اور تذکرۂ خوش معرکہ زیبا (سعادت خاں ناصر) جیسی اہم مرتبات سے اردو کے تحقیقی ادب میں اضافہ کر چکے ہیں۔

زیر نظر کتاب اصل میں مشفق خواجہ صاحب کے اس مقالے کی توسیع ہے جو صحیفہ لاہور کے غالب نمبر (جلد دوم و سوم، ۱۹۶۹ء) میں شائع ہوا تھا، بعد کے برسوں میں اس موضوع پر خواجہ صاحب کو مزید بہت سا مفید مواد دستیاب ہوا اور یوں اس مقالے کو از سر نو لکھا گیا اور مکمل ہونے کی صورت میں یہ ۲۰۳ صفحات پر پھیل کر ایک کتاب کی شکل اختیار کر گیا۔

صفیر بلگرامی کی عمومی شہرت ان کی تذکرہ نگاری کے حوالے سے ہے حالانکہ صفیر صرف اچھے تذکرہ نگار ہی نہیں تھے بلکہ مورخ، مترجم اور خوش فکر شاعر بھی تھے۔ ان کی تصانیف کے تنوع اور کثرت کا اندازہ اس فہرست سے لگایا جا سکتا ہے جو خواجہ صاحب نے اس کتاب کے پہلے باب میں فراہم کی ہے۔ پھر غالب سے صفیر کے تعلقات اور صفیر کی غالب سے عقیدت بھی آسانی سے نظر انداز نہیں کیے جا سکتے۔ جانبین میں محبت اور عقیدت کا جو گہرا تعلق تھا اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ غالب صفیر کو نور نظر، نور بصر، لخت جگر، قرۃ العین اسد اور زبدۂ اولاد پیغمبر جیسے القابات سے یاد کرتے ہیں اور صفیر کے نزدیک غالب «دبیر فلک مرتبت»، «قبلۂ سخن سنجان معنی شناس»، «کعبہ دانان والا اساس»، «فخرالمتقدمین» اور «استاذ المتاخرین» ہیں۔ خواجہ صاحب نے غالب اور صفیر کے تعلقات کی تفاصیل صفیر سے متعلقہ غالب کی جملہ تحریریں اور غالب سے متعلقہ صفیر کی تمام تحریریں بڑے سلیقے سے یکجا کر دی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی مجمل آراء کا اظہار بھی کر دیا ہے، پھر چونکہ مشفق خواجہ صاحب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تحقیق کے سلسلے میں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ انہیں کیا چیز لینی ہے اور کیا ترک کر دینی ہے ، ان کی یہ کتاب پہنے تلے مواد سے مزین ہوئی ہے اور حشو و زوائد سے پاک ہے -

«غالب اور صفیر بلگرامی» گیارہ ابواب پر مشتمل ہے - پہلے باب میں صفیر بلگرامی کے حالات زندگی - ان کے آبا و اجداد ان کی تعلیم و تربیت ، ان کے شوق تصنیف و تالیف حروف و خطوط ،مثلاً نستعلیق ، نسخ و ثلث ، خط غبار اور خط شفیعا میں ان کی مہارت ، ان کی الکن زبانی ، ان کی قوت تقلید اور ان کی تصانیف کی ممکنہ حد تک مکمل فہرست کی تفصیلات دی گئی ہیں - صفیر کی تصانیف کی جامع فہرست خواجہ صاحب نے سید وصی احمد بلگرامی کے ذاتی کتب خانے اور ظفر اوگانوی کی تصنیف «صفیر بلگرامی - حیات اور کارنامے» سے استفادے کے نتیجے میں مرتب کی ہے - اس فہرست سے اندازہ ہوتا ہے کہ صفیر اصناف نظم میں ، قصائد ، مراثی ، واسوخت ، غزلیات ، خمسہ جات ، رباعیات ، نعت ، منقبت اور درس غرض کسی صنف سخن میں بند نہ تھے - ان کے مراثی کی تعداد ایک سو پانچ تھی جن میں سے صرف آٹھ محفوظ ہیں - اسی طرح انہوں نے بوستان خیال کا اردو ترجمہ دس جلدوں میں کیا تھا جن میں سے صرف دو جلدیں مکمل طور پر طبع ہوئیں اور تیسری جلد جزواً چھپی تھی - تاریخ بلگرام اور نثر میں ان کے بعض رسائل اس کے علاوہ ہیں - صفیر کے حالات زندگی کے ضمن میں خواجہ صاحب نے کہا ہے کہ یہ «طبقات کرام سادات بلگرام» کے علاوہ جلوۂ خضر (جلد اول و دوم) سے دستیاب ہیں - خواجہ صاحب نے صفیر کے حالات کی تفصیل ان تینوں کتب سے مہیا کی ہے اور بعض الجھے ہوئے تناقضات کو خوبی سے منقح کیا ہے -

دوسرے باب میں غالب اور صفیر کی مراسلت کے عنوان سے غالب کے نام صفیر کے پانچ خطوط اور صفیر کے نام غالب کے چھ خطوط درج ہیں ، ان خطوط سے محسنات شعری اور لسانی نکات اور رموز و غوامض پر غالب کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے - صفیر کی فارسی اور اردو غزلوں پر غالب کی اصلاحیں بڑی متوازن ہیں - غالب کے نام خطوط میں کہیں کہیں صفیر نے غالب کے فنی نکات سے اختلاف بھی کیا ہے ، یوں جانبین کے ان خطوط سے نکات سخن کے باب میں بہت کچھ سیکھا جا سکتا ہے جیسا کہ خود صفیر نے سیکھا :

غالب بود ہنرور شعرم بپارسی　　کو ہست در زمانہ علم با ہنروری

اسی باب میں خواجہ صاحب نے صفیر کی مثنوی اور اس کے مسودے کا تقابل کرکے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اپنے نتائج تحقیق پیش کیے ہیں اور حواشی و تعلیقات سے صفیر کی مثنوی (صبح اُمید) کو مزید ثمرور کیا ہے۔

تیسرے باب میں غالب اور صفیر کی ملاقات کا مفصل احوال تسوید کیا گیا ہے۔ صفیر کی غالب سے ملاقات کب ہوئی اس ذیل میں خود صفیر کی تحریروں میں جو باہم متضاد بیانات ملتے ہیں۔ خواجہ صاحب نے ان کی خوب تنقیح و توضیح کی ہے اور بدلائل ثابت کیا ہے یہ ملاقات ۱۲۸۲ھ میں ہوئی۔ یہ باب اس لحاظ سے اس کتاب کا سب سے اہم باب ہے کہ اس میں غالب کے بارے میں صفیر کی ایک مفصل اور دلچسپ تحریر «غالب علیہ الرحمۃ» کے نام سے شامل ہے۔ یہ بہت قیمتی تحریر ہے اور اس سے غالب کے باب میں بعض نئی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس سے جہاں یہ پتہ چلتا ہے کہ غالب نے ابتداً ناسخ کا اور پھر میر کا تتبع کیا وہاں یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ ذوق نے اپنے ایک شعر میں میر کے انداز کے ناقابل تقلید ہونے کا جو اعلان کیا ہے وہ اپنی ذات کے حوالے سے نہیں بلکہ غالب پر طنز کے سلسلے میں ہے۔ ورنہ آج تک نقاد ہمیں یہی بتاتے آئے ہیں کہ میر کے فلاں فلاں معاصر اور ما بعد کے شعرا نے میر کو خراج پیش کیا ہے اور ان میں ذوق بھی شامل ہیں اور پھر ثبوت میں ذوق کا یہ شعر پڑھا جاتا ہے:

نہ ہوا پر نہ ہوا میر کا انداز نصیب
ذوق یاروں نے بہت زور غزل میں مارا

اس تیسرے باب میں غالب کے عادات و اطوار، لباس، طعام اور کلام کے سلسلے کی دلچسپ تفصیل مہیا کی گئی ہے اہم بات یہ ہے کہ صفیر نے اس باب میں غالب سے کئی مقامات پر کھل کر اختلاف بھی کیا ہے، فارسی شعر اور اس کے ادوار و خصائص پر غالب کی نظر گہری تھی، اس کا اندازہ منجملہ غالب کی دیگر تحریروں کے صفیر کی اس تحریر سے بھی ہوتا ہے۔ اسی باب سے یہ بھی کھلتا ہے کہ غالب مرثیے کو دبیر کا حصہ سمجھتے تھے خواجہ صاحب نے اس باب میں صفیر کے بعض بیانات کی تصحیح کی ہے اور بعض پر خوبی سے جرح و تعدیل کر کے قاری کو کسی نتیجے پر پہنچنے میں معاونت کی ہے۔ یہ باب جہاں ایک طرف غالب کے فکر و فن پر بعض نئے پہلوؤں پر روشنی ڈالتا ہے وہاں اس سے خود صفیر کی ذہانت، جودت طبع، حضارت معلومات اور قوت استدلال کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

زیر نظر کتاب کے تمام ابواب کا فرداً فرداً جائزہ تو اس مختصر تبصرے میں ممکن نہیں لیکن اس کے بعض ابواب یقیناً اجمالی گفتگو چاہتے ہیں۔ مثلاً صفیر کی ایک اہم تحریر «انشائے سبد گل» میں بعض ایسے خط بھی شامل ہیں جن سے غالب

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے آخری زمانے کے حالات پر روشنی پڑتی ہے خصوصاً ان کی گراں سمعی، حافظے کی کمزوری اور قوای حاسہ کے تعطل کا تفصیلی ذکر ملتا ہے۔ اسی تحریر میں میر ولایت علی مہتمم مطبع عظیم المطابع کے نام غالب کا ایک دلچسپ خط بھی شامل ہے جو زیر نظر کتاب کے توسط سے پہلی بار منظر عام پر لایا گیا ہے۔

مشفق خواجہ صاحب نے اس کتاب میں صفیر کی دیگر اہم تحریروں سے بھی ایسے اقتباسات درج کیے ہیں جن میں غالب کی شخصیت یا فکر و فرہنگ پر بحث کی گئی ہے۔ چنانچہ جلوۂ خضر، مرقع فیض اور محشرستان خیال سے غالب کے سلسلے کی باتیں بڑے سلیقے سے درج کی گئی ہیں۔ غالب بھی دیگر اکابر کی طرح اپنے عہد کی چشمک کا نشانہ بنے تھے، چنانچہ «جلوۂ خضر» کے باب میں خواجہ صاحب نے صفیر کے نام سید بندہ رضا بلگرامی کا ایک خط درج کیا ہے جس میں بندہ رضا نے صفیر کو غالب سے شدید بیجا محبت کا طعنہ دیا تھا۔ اس خط میں جہاں غالب کی فارسی گوئی کا اعتراف کیا گیا تھا وہاں یہ مضحکہ خیز دعویٰ بھی کیا گیا تھا کہ غالب کی اردو شعر گوئی لکھنؤ کے کسی مبتدی کے مقابلے میں بھی کمتر درجے کی چیز تھی، خواجہ صاحب نے اس کے جواب میں صفیر کا وہ خط بھی درج کر دیا ہے جو غالب کے فارسی اور اردو کلام پر صفیر کی گہری نظر تجزیاتی مہارت اور مضبوط استدلال کا مظہر ہے، یعنی بندہ رضا کو مسکت جواب ہے۔

صفیر کا ایک اور دلچسپ نثری رسالہ «محشرستان خیال» ہے۔ بظاہر تو اس کا موضوع شاعری ہے لیکن فی الاصل یہ منحرف شاگردوں پر طعن ہے اور صفیر کا روئے سخن اپنے منحرف شاگرد خواجہ فخر الدین کی طرف ہے، یہ باب اس کتاب کا اتنا دلچسپ حصہ ہے کہ تحقیق کی نام نہاد عبوست کا دور دور تک پتہ نہیں۔ اس رسالے میں شاعری کے منصب، اس کی تاثیر، مراتب زندگی میں اس کے مقام اور اس کی مختلف صورتوں پر غالب، جانسن اور شیکسپیئر وغیرہ کے تاثرات درج کیے گئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ الفاظ بافی اصل شاعری نہیں ہے بلکہ جو نیچر کے مطابق ہو رہی ہے۔ غالب نے کہیں کہیں جانسن اور شیکسپیئر وغیرہ کے افکار سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اسی باب میں ایشیا میں شعر کے عاشقانہ ہونے کے وجود سے دلچسپ بحث کی گئی ہے۔ ہندی شاعری میں عورت کی طرف سے عشق اور مرد کو معشوق جاننے اور ایرانی شاعری میں اما روے عشق و عاشقی کی بڑی دلچسپ توجیہات کی گئی ہیں۔ پھر بری شاعری کی قبوحات اور مضامین مستعار کی مذمت بھی کی گئی ہے۔ مضامین مستعار کی مثال غالب کے نزدیک اترے ہوئے پیرہن یا ملی ہوئی مہندی کی سی ہے۔

© rasailojaraid.com